۲

○ دو راستوں میں ایک کا انتخاب ــــ
○ دار العلوم کے مہتمم کا دورۂ ازبکستان
○ کاروانِ آخرت

محرم کے پہلے عشرے میں سانحہ پشاور وقوع پذیر ہوا قرآن مجید اور مسجد کی بے حرمتی کی گئی کئی انسانوں کی جانیں ضائع ہوئیں زندگی سے بھرپور آباد شہر ویرانے کا سماں پیش کرنے لگا اس کے چند روز بعد چنیوٹ میں اللہ کے قرآن کو جلایا گیا اور رب ستار رحیم کے قہر و غضب کو کھلے بندوں دعوت دی گئی، ایسی جرأت جو کبھی کسی انگریز، ہندو اور غیرمسلم کو نہ ہوسکی اور نہ انگریز دورِ حکومت میں کوئی انتہاء پسندی کا ایسا ہولناک واقعہ پیش آیا مگر مسلم معاشرہ اور نفاذِ شریعت کی دعویدار حکومت کے دورِ اقتدار میں ایسے مناظر بھی قوم کو دیکھنے پڑے جن کے محض تصور سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ع

بسے نادیدنی را دیدہ ام من　　مرا اے کاش کہ مادر نہ زادے

کراچی کے حالات اور تمام تر تفصیلات اور اصل حقائق پریس کے ذریعہ پوری دنیا پر عیاں ہو گئے ہیں پنجاب اور بلوچستان کی صورت حال بھی کوئی اطمینان بخش نہیں، وزیر اعظم اپنے تمام وعدوں کو بھول چکے ہیں نفاذِ شریعت تو کجا، نظامِ شریعت کی تنفیذ کے تمام راستے مسدود کر دیئے گئے ہیں اخلاقی انحطاط بڑھ گیا ہے سیاسی اور قومی شعور کا زوال ہے اور ملی فکر کا فقدان، ایسے مواقع پر رسمی طور پر احتجاج، مطالبے، اربابِ اختیار پر لعن طعن اور عوامی جوش و غضب کا اظہار کیا جاتا ہے مگر تجربہ یہی ہے کہ پرنالہ وہیں رہتا ہے جہاں پہلے تھا ــــ بلکہ دینی نقطۂ نظر سے حالات مزید بگڑتے چلے جاتے ہیں اور اب اس انتہاء کو پہنچ چکے ہیں جسے گذشتہ عشرے سب نے دیکھ لیا ــــ اندریں حالات اپنے بہت سے احباب بعض دیندار مخلصین اور بعض داعیین تک یہ محسوس کرنے لگے ہیں کہ اس بگاڑ کو اب درست کرنا ناممکن ہے اس غربال کے کون کون سے سوراخ کو بند کیا جائے گا۔ ع

تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم

ایسے حالات اور مایوسی کی اس فضا میں خالص دینی اور اسلامی نقطۂ نظر سے ہماری گذارش یہ ہے کہ قیامِ امن نفاذِ شریعت، دعوت و تبلیغ اور اسلامی انقلاب کی راہ میں جتنی مشکلات بھی حائل ہیں ان کا زیادہ سے زیادہ

مبالغہ آمیز تصور کر لینے کے بعد ہر صاحب ایمان کو بہر حال سوچنا چاہیے کیا ان حالات کے مقابلے میں دینی قوتیں علماء حق اور بہی خواہان قوم وملت سپر ڈال دیں۔ یہ سیلاب جو بہہ رہا ہے کیا ہم اپنے آپ کو چھوڑ دیں کہ وہ ہمیں بھی بہا کر لے جائے اور آئندہ نسلوں کی بھی دینی فکر، اسلامیت، جذبۂ جہاد اور ملت و ریاست کی وفاداریوں کو تاراج کر کے ان کی استعداد و صلاحیت کو فنا کی گھاٹ اتار دے اور انہیں بھی بہا لے جائے۔

کیا یہ ہماری ذمہ داری، اخلاقی فرض، انسانی اور خالص دینی و اسلامی ذمہ داری نہیں ہے کہ ہم اس کے مقابلے کے لیے جد و جہد کریں۔ خواہ جد و جہد کرتے ہوئے ہمیں مصائب، مسائل، مشکلات، تشدد، قربانی اور شہادت تک مراحل سے گزرنا پڑے؟

مذکورہ دونوں باتیں اور کردار کے دونوں رخوں میں سے ایک کا انتخاب بہر حال ناگزیر ہے ہر آدمی کو اللہ پاک نے عقل و شعور اور فکر و دانش کی دولت بخشی ہے لہٰذا سب کو اپنی اپنی جگہ یہ سوچنا چاہیے کہ ان حالات کو دیکھ کر میرے اوپر مایوسی طاری ہوئی ہے تو کیا میں اس بگاڑ کے سامنے سپر انداز ہو جاؤں اور اسے من و عن قبول کر لوں؟

اور اپنے ضمیر سے یہ بھی دریافت کر لینا چاہیے کہ یہ حالات، بے دینی و بے غیرتی کا سیلاب جس تباہی کی طرف لے جا رہا ہے کیا ادھر جانے کے لیے واقعۃً بھی میں مجھے تیار ہونا چاہیے؟

اگر کوئی مومن جس کے اندر ایمانی حس موجود ہے جذبہ دینی و جذبہ جہاد موجود ہے کچھ بھی انسانی اقدار کا لحاظ اور شرافت کی احساس موجود ہے تو وہ ہرگز اس کے لیے تیار نہیں ہوگا اور قطعاً خود کو اپنے ہاتھوں سے ہلاکت میں ڈال لینے پر آمادہ نہیں ہوگا **ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکہ** تو پھر اس کے سوا چارہ نہیں کہ وہ بہر حال اس طوفان بلاخیز، اس تشدد کی سیاست و انتشار اس بے دینی و الحاد فتنہ انگیزی کی مزاحمت کرے، شدید مزاحمت کرے جس قدر طاقت بھی اللہ نے اسے دی ہے اس کو قوم وملت کی اصلاح میں صرف کر دے خواہ نتیجہ میں کامیابی ہو یا نہ ہو؟

ہم اس پر کب مکلف ہیں کہ خواہ مخواہ مطلوبہ نتائج کا ظہور بھی ہمارے ہاتھوں پہ ہو یہاں یہ بات بھی اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ منکرات سے روکنا اور معروفات کی دعوت دینا تو انسان کے لیے ممکن ہے لیکن برائی کو واقعی مٹا دینا اور بھلائی کو قائم کر دینا مومن کی ذمہ داری نہیں ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی مشیئت پر موقوف ہے اگر اس کی مرضی یہ ہے کہ وہ اس قوم کو تباہ ہونے سے بچاتے تو ہماری کوششوں میں برکت عطا فرما دے گا اگر اس کی مرضی یہ نہیں ہے تو ہم اپنے مساعی اپنے جہاد، اپنی کوششوں اور ممکنہ جد و جہد میں بظاہر اہل دنیا کے نقطۂ نظر سے ناکام ہو جائیں۔ بارگاہ ربوبیت میں ناکام نہیں ہوں گے بشرطیکہ ہم نے مقدور بھر کوششوں کا حق ادا کر دیا ہو۔